وفا کا سفر

تحریر:
محمد نجم مصطفائی

ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بھی کمالات عطا کیے وہ کسی اور نبی کو عطا نہیں کیے اور جو بلندی، سرفرازی آپ کو عطا کی وہاں تک کسی اور کی رسائی نہ ہو سکی۔ تمام انبیاء کرام کے کل کمالات اور جملہ معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع کر دیئے۔ آپ کو جو عظیم الشان معجزے عطا کیے گئے ان میں ایک معجزہ 'سفر معراج' کا بھی ہے۔ معراج کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے مختصر حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی سیر فرماتے ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے اور عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرما کر اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا نوازشوں اور لا تعداد عنایتوں سے سرفراز ہو کر رات کے مختصر حصے ہی میں دنیا میں واپس تشریف لے آئے۔ سفر معراج ایسا عظیم الشان واقعہ ہے جسے عقل انسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ رات کے ایک مختصر حصے میں فرش سے عرش تک اور عرش سے فرش تک کا راستہ طے کراوئے۔ وقت اور فاصلے اس کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

میں اپنی اس کتاب کا ثواب ان مسلمانوں سے منسوب کرتا ہوں جو اس حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسمانی معراج کرائی تھی یا روحانی؟

فقط آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

14-10-99

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی گزرے ہیں جو قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجے گئے۔ جب قوم بنی اسرائیل کی بداعمالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر اللہ کی طرف سے قہر نازل ہوا۔ اچانک ایک کافر بادشاہ جس کا نام بخت نصر تھا بہت بڑی فوج لے کر بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور شہر کے ایک لاکھ افراد کو قتل کر دیا۔ ایک لاکھ کو گرفتار کر لیا اور باقی ملک شام میں اِدھر اُدھر بکھر کر روپوش ہوگئے۔ نصر بخت کی فوج نے پورے شہر کو توڑ پھوڑ کر اور اُجاڑ کر رکھ دیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام بھی گرفتار کر لئے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام رہا ہو کر اور ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اپنے اُجڑے ہوئے وِیران شہر کو دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور رونے لگے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک برتن کھجور کا ایک پیالہ انگور کے رس کا تھا۔ آپ اس اجڑے ہوئے شہر کو دیکھ کر سوچنے لگے کہ اس برباد اور اجڑے ہوئے شہر کو اللہ تعالیٰ کس طرح آباد فرمائے گا۔ پھر آپ نے درختوں سے کچھ پھل توڑ کر تناول فرمائے اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا اور بچے ہوئے شربت کو برتن میں بھر لیا گدھے کو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا پھر آپ ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کیلئے موت کی نیند سلا دیا اور پورے سو سال تک سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے درندوں پرندوں جن وانس سب کی آنکھوں سے آپ کو اوجھل کر دیا تا کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے۔ جب ستر سال بیت گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک فارس کے ایک بادشاہ کو اپنے لشکر کے ہمراہ بیت المقدس کے اس ویرانے میں مسلط کیا۔ اس بادشاہ نے اس شہر کو پہلے سے بہتر طریقے پر آباد کیا۔ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو اِدھر اُدھر روپوش ہوگئے تھے ان کی اولادیں دوبارہ بیت المقدس میں آکر آباد ہوگئیں۔ سو سال کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا گدھا مرا پڑا ہے۔ اس کی ہڈیاں گل سڑ کر اِدھر اُدھر بکھر چکی ہیں۔ مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور برتن میں رکھا ہوا انگور کا شیرہ بالکل دُرست ہے۔ آپ کی عمر وہی چالیس سال ہے سر اور داڑھی کے بال بالکل کالے ہیں۔ بیت المقدس پہلے سے زیادہ بارونق اور آباد ہے۔ آپ حیرانی کے عالم میں سوچ بچار میں پڑے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل امین وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا پیغام لیکر آئے فرمایا، تم یہاں کتنے عرصہ رہے؟ آپ نے اندازے سے عرض کی، ایک دن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تم پورے ایک سو سال یہاں رہے۔ اپنے گدھے کو دیکھو وہ مر گیا ہے اس کے اعضاء بکھر گئے ہیں۔ اب ذرا میری قدرت دیکھو کہ آپ کا کھانا جو چند گھنٹوں کے بعد سڑ جاتا ہے جوں کا توں صحیح سلامت ہے۔ دیکھو گدھے کا بکھرا ہوا ڈھانچہ کیسے جڑتا ہے، یکایک انکی نگاہ کے سامنے گدھے کے اعضاء جمع ہوئے اور اپنے اپنے مقام پر جا لگے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، کھال پر بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ (ملاحظہ کیجئے سورۂ بقرہ رکوع ۳۵ تفسیر جمل علی الجلالین جلد اوّل صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۵)

قرآن مجید کے اس سچے واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ دن و رات، یہ ماہ و سال، یہ زماں و مکاں اور یہ حدود قیود سب کچھ حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ کسی میں یہ مجال نہیں کہ اس کے حکم کی نافرمانی کرے۔ ایک طرف کارخانہ عالم کو روک دیا اور حضرت عزیر علیہ السلام سو سال تک سوتے رہے۔ آپ کی عمر چالیس سال ہی رہی جب کہ دوسری طرف زمانے کی رفتار متحرک تھی۔ چاند اپنی جگہ متحرک تھا، سورج اپنی جگہ، ہر چیز اپنے اپنے حساب سے جاری و ساری رہی۔ معلوم ہوا وقت کی قید ہم انسانوں کیلئے ہے اللہ تعالٰی اس کا محتاج نہیں۔ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ ہزار سال کو بھی لمحوں میں بدل دے اور ہمیں اس کا احساس تک نہ ہو۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد واقعہ معراج کو سمجھنا مشکل نہیں۔ واقعہ معراج بھی اللہ تعالٰی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو چشم زدن میں بظاہر رونما ہوا لیکن حقیقت میں اس میں کتنا وقت لگا یہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اللہ تعالٰی نے اس واقعہ میں اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرایا۔ واقعہ معراج اعلانِ نبوت کے دسویں سال اور مدینہ ہجرت سے ایک سال پہلے مکہ میں پیش آیا۔

ماہِ رجب کی ستائیسویں رات ہے اللہ تعالٰی فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے، اے فرشتو آج کی رات میری تسبیح بیان مت کرو میری حمد و تقدیس کرنا بند کردو آج کی رات میری اِطاعت و بندگی چھوڑ دو بلکہ آج کی رات جنت الفردوس کو لباس اور زیور سے آراستہ کرو۔ میری فرمانبرداری کا کلا اپنے سر پر باندھ لو۔ اے جبرائیل میرا یہ پیغام میکائیل کو سنا دو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ کردے۔ اسرافیل سے کہہ دو کہ وہ صور کو کچھ عرصہ کیلئے موقوف کردے۔ عزرائیل سے کہہ دو کہ کچھ دیر کیلئے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اُٹھالے۔ رضوان سے کہہ دو کہ وہ جنت الفردوس کی درجہ بندی کرے۔ مالک دربان دوزخ سے کہہ دو کہ دوزخ کو تالہ لگادے۔ خلد بریں کی روحوں سے کہہ دو کہ آراستہ و پیراستہ ہو جائیں اور جنت کے محلوں کی چھتوں پر صف بستہ کھڑی ہو جائیں۔ مشرق سے مغرب تک جس قدر قبریں ہیں ان سے عذاب ختم کردیا جائے۔ آج کی رات شب معراج کی رات میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے استقبال کیلئے تیار ہو جاؤ۔ (ملاحظہ کیجئے معارج النبوۃ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)

چشم زدن میں عالم بالا کا نقشہ بدل گیا حکم ربی ہوا اے جبرائیل اپنے ساتھ ستر ہزار فرشتے لے جاؤ۔ حکم الٰہی سن کر جبریل امین سواری لینے جنت میں جاتے ہیں اور آپ نے ایسی سواری کا انتخاب کیا جو آج تک کسی شہنشاہ کو بھی میسر نہ ہوئی ہوگی۔ میسر ہونا تو دور کی بات ہے دیکھی تک نہ ہوگی۔ اس سواری کا نام براق ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے براق پر کوئی سوار نہیں ہوا۔

ماہِ رجب کی ستائیسویں شب کس قدر پر کیف رات ہے مطلع بالکل صاف ہے فضاؤں میں عجیب مستی سی طاری ہے۔ رات آہستہ آہستہ کیف و نشاط کی مستی میں مست ہوتی جا رہی ہے۔ ستارے پوری آب و تاب کے ساتھ جھلملا رہے ہیں۔ پوری دنیا پر سکوت و خاموشی کا عالم طاری ہے۔ نصف شب گزرنے کو ہے کہ یکا یک آسمانی دنیا کا دروازہ کھلتا ہے۔ انوار و تجلیات کے جلوے سمیٹے حضرت جبرائیل علیہ السلام نورانی مخلوق کے جھرمٹ میں جنتی براق لئے آسمان کی بلندیوں سے اُتر کر حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لاتے ہیں۔ جہاں ماہِ نبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محو خواب ہیں۔ آنکھیں بند کئے، دل بیدار لئے آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت جبرائیل امین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر جگایا گیا تو بے ادبی ہو جائے گی فکر مند ہیں کہ معراج کے دولہا کو کیسے بیدار کیا جائے۔ اسی وقت حکم ربی ہوتا ہے **يا جبريل قبل قدميه** اے جبریل میرے محبوب کے قدموں کو چوم لے تا کہ تیرے لبوں کی ٹھنڈک سے میرے محبوب کی آنکھ کھل جائے اسی دن کے واسطے میں نے تجھے کافور سے پیدا کیا تھا۔ حکم سنتے ہی جبرائیل امین آگے بڑھے اور اپنے کافوری ہونٹ محبوبِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے ناز سے مس کر دیئے۔

یہ منظر بھی کس قدر حسین ہوگا جب جبریل امین نے فخر کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت جبرائیل امین کے ہونٹوں کی ٹھنڈک پا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں اے جبرائیل کیسے آنا ہوا؟ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بلاوے کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

ان الله اشتاق الى لقائك يا رسول الله

یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے چلئے زمین سے لیکر آسمانوں تک ساری گزرگاہوں پر مشتاق دید کا ہجوم ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

(ملاحظہ ہو معراج النبوۃ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

چنانچہ آپ نے سفر کی تیاری شروع کی۔ اس موقع پر جبرائیل امین نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور دل کو دھویا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کیا۔ سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا۔ اس کے بعد میرے دل کو دھویا گیا پھر وہ ایمان وحکمت سے لبریز ہوگیا۔ اس قلب کو سینہ اقدس میں اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ (بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۴۸)

مسلم شریف میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے سینہ چاک کرنے کے بعد قلب مبارک کو زم زم کے پانی سے دھویا اور سینہ مبارک میں رکھ کر سینہ بند کر دیا۔ (ملاحظہ کیجئے مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۹۲)

حضرت جبرائیل امین فرماتے ہیں کہ قلب ہر قسم کی کجی سے پاک اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں کئی حکمتیں ہیں جن میں ایک حکمت یہ ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ شامل ہوجائے جس سے آسمانوں پر تشریف لیجانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الٰہی کرنے میں کوئی دِقت اور دُشواری پیش نہ آئے پھر آپ کے سر پر عمامہ باندھا گیا۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، شبِ معراج حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو عمامہ شریف پہنایا گیا وہ عمامہ مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے کا تیار کیا ہوا تھا۔ چالیس ہزار ملائکہ اس کی تعظیم و تکریم کیلئے اس کے اردگرد کھڑے تھے۔

حضرت جبرائیل نے حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور کی ایک چادر پہنائی۔ زمرد کی نعلین مبارک پاؤں میں زیب تن فرمائی، یاقوت کا کمر بند باندھا۔ (ملاحظہ کیجئے معارج النبوۃ صفحہ ۴۰۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براق کا حلیہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، سینہ سرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پشت بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دم مرجان، سر اور اس کی گردن یاقوت سے پیدا کی تھی۔ بہشتی زین اس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے اس کی پیشانی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ وقت بھی آ گیا کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر تشریف فرما ہوگئے۔ حضرت جبرائیل امین نے رکاب تھام لی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام پکڑی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے زین کو سنبھالا۔ حضرت امام کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج کی رات اسّی ہزار فرشتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں طرف اور اسّی ہزار بائیں طرف تھے۔ (ملاحظہ کیجئے معارج النبوۃ ص ۴۰۶)

فضا فرشتوں کی دُرود وسلام کی صداؤں سے گونج اُٹھی اور آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دُرود وسلام کی گونج میں سفرِ معراج کا آغاز فرماتے ہیں۔اس واقعہ کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

سبحن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذین برکنا حوله لنریه من ایتنا

پاک ہے وہ جو اپنے بندۂ خاص کو لے گیا رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک وہ مسجد جس کے اردگرد ہم نے برکت فرمادی ہے تاکہ ہم اسے دکھائیں اپنی نشانیاں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت شان وشوکت سے ملائکہ کے جلوس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ گھڑی کس قدر دلنواز تھی کہ جب مکاں سے لامکاں تک نور ہی نور پھیلا ہوا تھا،سواری بھی نور تو سوار بھی نور، باراتی بھی نور تو دولہا بھی نور، میزبان بھی نور تو مہمان بھی نور، نوریوں کی یہ نوری بارات فلک بوس پہاڑیوں بے آب وگیا ریگستانوں گھنے جنگلوں چٹیل میدانوں سرسبز وشاداب وادیوں پرخطرویرانوں پر سے سفر کرتی ہوئی وادیٔ بطحا میں پہنچی جہاں کھجور کے بیشمار درخت ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ حضور یہاں اُتر کر دو رَکعت نفل ادا کیجئے یہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔ نفل کی ادائیگی کے بعد پھر سفر شروع ہوتا ہے راستے میں ایک سرخ ٹیلا آتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں سرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیت المقدس بھی آگیا جہاں قدسیوں کا جم غفیر سلامی کیلئے، حور وغلماں خوش آمدید کہنے کیلئے اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ومرسلین استقبال کیلئے بے چین و بے قرار کھڑے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر تشریف فرما ہوئے جسے باب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہا جاتا ہے۔جبریل علیہ السلام ایک پتھر کے پاس آئے جو اس جگہ موجود تھا جبرئیل علیہ السلام نے اس پتھر میں اپنی اُنگلی مار کر اس میں سوراخ کردیا اور براق کو اس میں باندھ دیا۔

(ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۷)

آفتابِ نبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہیں صحن حرم سے فلک تک نور ہی نور چھایا ہوا ہے۔ ستارے ماند پڑ چکے ہیں،قدسی سلامی دے رہے ہیں،حضرت جبرائیل امین اذان دے رہے ہیں،تمام انبیاء ورسل صف در صف کھڑے ہو رہے ہیں جب صفیں بن چکیں تو امام الانبیاء فخر دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امامت فرمانے تشریف لاتے ہیں تمام انبیاء ورسل امام الانبیاء کی اقتداء میں دو رَکعت نماز ادا کرکے اپنی نیاز مندی کا اعلان کرتے ہیں۔ ملائکہ اور انبیاء کرام سب کے سب سرِتسلیم خم کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ بیت المقدس نے آج تک ایسا دلنواز منظر روح پرور سماں نہیں دیکھا ہوگا۔

وہاں سے فارغ ہوتے ہیں عظمت و رفعت کے پرچم پھر بلند ہونے شروع ہوتے ہیں۔ دُرود و سلام سے فضا ایک مرتبہ پھر گونج اُٹھتی ہے۔ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوری مخلوق کی جھرمٹ میں آسمان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثمہ عرج بی پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔ براق کی رفتار کا عالم یہ تھا کہ جہاں نگاہ کی انتہا ہوتی وہاں براق پہلا قدم رکھتا۔ فوراً ہی پہلا آسمان آگیا۔ حضرت جبرائیل امین نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل۔ دربان نے پوچھا، من معک تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرائیل امین نے کہا حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دربان نے کہا، مرحبا دروازے انہی کیلئے کھولے جائیں گے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ آسمان اوّل پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں قلم قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ سدرہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق کے علوم کی انتہا ہے۔ فرشتوں نے اِذن طلب کیا کہ اے اللہ تیرے محبوب تشریف لا رہے ہیں ان کے دِیدار کی ہمیں اجازت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام فرشتے سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو جائیں جب میرے محبوب کی سواری آئے تو سب زیادہ کرلیں چنانچہ ملائکہ سدرہ پر جمع ہو گئے اور جمالِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھنے کیلئے سدرہ کو ڈھانک لیا۔ (ملاحظہ کیجئے درمنثور جلد ۶ ص ۱۲۶)

اس مقام پر جبرائیل امین رُک گئے اور عرض کرنے لگے، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہم سب کیلئے ایک جگہ مقرر ہے اب اگر میں ایک بال بھی آگے بڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات میرے پروں کو جلا کر رکھ دینگے یہ میرے مقام کی انتہا ہے۔ **سبحان اللہ!** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت کا اندازہ لگایئے کہ جہاں شہباز سدرہ کے بازو تھک جائیں اور روح الامین کی حد ختم ہو جائے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرواز شروع ہوتی ہے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اے جبرائیل کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔ جبرائیل امین نے عرض کی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ مانگتا ہوں کہ قیامت کے دن پل صراط پر آپ کی اُمت کیلئے بازو پھیلا سکوں تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک غلام آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے۔

(ملاحظہ کیجئے روح البیان جلد خامس صفحہ ۲۲۱)

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبرائیل امین کو چھوڑ کر تنہا انوار و تجلیات کی منازل طے کرتے گئے۔ مواہب الدینہ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش کے قریب پہنچے تو آگے حجابات ہی حجابات تھے تمام پردے اُٹھا دیئے گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے:

فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ (سورۂ نجم:۷)

پھر اللہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے بلند کنارہ پر تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرِ قرآن حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شبِ معراج آسمان بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلّیٔ الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔ صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ فاستوی کے معنی یہ ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔

پھر وہ مبارک گھڑی بھی آگئی کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حریم الٰہی میں پہنچے اور اپنے سر کی آنکھوں سے عین عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ قرآن مجید محبوب و محبّ کی اس ملاقات کا منظر ان دلکش الفاظوں میں بیان کرتا ہے:

ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی (سورۂ نجم:۹-۸)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔ (روح البیان)

جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو ارشاد فرمایا:

فاوحی الی عبدہ ما اوحی (سورۂ نجم:۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اپنے محبوب کو ارشاد فرمائی درمیان میں کوئی وسیلہ نہ تھا۔ پھر راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اسرار و رموز سے آگاہی فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا۔ اس گفتگو کا علم اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ما کذب الفؤاد ما رای (سورۂ نجم:۱۱)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اس آیتِ مبارکہ میں حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب انور کی عظمت کا بیان ہے کہ شبِ معراج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں نے انوار و تجلیات اور برکاتِ الٰہی دیکھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی یعنی آنکھ سے دیکھا اور دل نے گواہی دی اور اس دیکھنے میں شک و تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب کی آنکھوں کا ذکر فرماتا ہے:

ما زاغ البصر وما طغیٰ (سورۂ نجم:۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

اس آیتِ کریمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا ذکر ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شبِ معراج کی رات اس مقام پر پہنچے جہاں سب کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے تو اس موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائیں بائیں کہیں بھی نہیں دیکھا۔ نہ آپ کی آنکھیں بہکیں بلکہ خالق کائنات کے جلووں میں گم تھی۔

واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مزید ارشاد فرماتا ہے:

لقد رای من ایت ربہ الکبری (سورۂ نجم:۱۸)

بے شک آپ نے اپنے ربّ کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اس آیتِ مقدسہ میں بتایا گیا ہے کہ شبِ معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ملک و ملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلوماتِ غیبیہ کا آپ کو علم حاصل ہوگیا۔ (ملاحظہ کیجئے روح البیان)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رایت ربی فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فواحدت بردھا ......

میں نے اپنے ربّ کو حسین صورت میں دیکھا پھر اس نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا اس سے میں نے اپنے سینہ میں ٹھنڈک پائی اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔

(ملاحظہ کیجئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸)

ایک موقع پر مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے:

رایت ربی بعینی و قلبی (مسلم شریف)

میں نے اپنے ربّ کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

دیدارِ الٰہی کا ذکر ایک اور حدیث میں اس طرح فرمایا:

فخاطبنی ربی ورایتہ بعینی بصری فاوحی

میرے ربّ نے مجھ سے کلام فرمایا اور میں نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس نے میری طرف وحی فرمائی۔

(ملاحظہ ہو صاوی صفحہ ۳۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت عکرمہ حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلعت، موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔ **حضرت** امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قائل ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھاتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

فخرِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شبِ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے تین تحفے عطا فرمائے۔ پہلا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں۔ جن میں اسلامی عقائد ایمان کی تکمیل اور مصیبتوں کے ختم ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ دوسرا تحفہ یہ دیا گیا کہ اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جو شرک نہ کرے گا وہ ضرور بخشا جائیگا۔ تیسرا تحفہ یہ کہ اُمت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئیں۔ **اللہ تعالیٰ** کی طرف سے ان تینوں انعامات و تحائف کو لے کر اور جلوۂ الٰہی سے سرفراز ہو کر عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، عجائب و غرائب، اسرار و رموز کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمانے کے بعد جب ہمارے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپسی کیلئے روانہ ہوئے تو چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا، کیا عطا ہوا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت پر پچاس نماز کی فرضیت کا ذکر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ کے نبی! میں نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) پر خوب تجربہ کیا ہے آپ کی اُمت یہ بار نہ اُٹھا سکے گی۔ آپ واپس جائیے اور نماز میں کمی کرائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر تشریف لے گئے اور دس نمازیں کم کرالیں۔ پھر ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر کم کرانے کیلئے کہا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر بارگاہِ الٰہی میں پہنچے دس نمازیں کم کرالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشوروں سے بار بار مہمان عرش نے بارگاہِ ربّ العرش میں نماز میں کمی کی التجا کی

کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی نماز رہ گئی اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اے محبوب! ہم اپنی بات بدلتے نہیں اگر چہ یہ نمازیں تعداد میں پانچ وقت کی ہیں مگران کا ثواب دس گنا دیا جائے گا۔
میں آپ کی اُمت کو پانچ وقت کی نماز پر پچاس وقت کی نمازوں کا ثواب دوں گا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے اور رات کی تاریکی میں مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔
(ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن کثیر جلد سوئم صفحہ ۳۲)

پیارے مسلمانو! اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ ساری کائنات جوکہ کارخانہ قدرت ہے اور اس کارخانہ عالم کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھانے کیلئے بلوایا تو اس میں کتنا وقت لگا، اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے اس ربّ کائنات نے اس کارخانہ عالم کو یکدم بند کردیا سوائے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان چیزوں کے جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متحرک پایا۔ تمام کائنات کو ٹھہرادیا، چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا، سورج اپنی جگہ رُک گیا، حرارت اور ٹھنڈک اپنی جگہ ٹھہر گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک کی حرارت اپنی جگہ قائم رہی، حجرہ مبارک کی زنجیر ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رُک گئی، جو سویا تھا سوتا رہ گیا جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا غرض یہ کہ زمانے کی حرکت بند ہوگئی۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راتوں رات ایک طویل سفر طے کر کے زمین پر تشریف لائے تو کارخانہ عالم بحکم الٰہی پھر چلنے لگا۔ ہر شے از سرِ نو مراحل کو طے کرنے لگی، چاند سورج اپنی منازل طے کرنے لگے، حرارت وٹھنڈک اپنے درجات طے کرنے لگی غرض یہ کہ جو جو چیزیں سکون میں آگئی تھیں مائل بہ حرکت ہونے لگیں بستر مباک کی حرارت اپنے درجات طے کرنے لگی حجرہ مبارک کی زنجیر ہلنے لگی۔ کائنات میں نہ کوئی تغیر آیا اور نہ ہی کسی کو احساس تک ہوا۔ (ملاحظہ کیجئے روح المعانی پ ۱۵، صفحہ ۱۲۔
روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح ہوتے ہی اس واقعہ کا ذکر اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی سے فرمایا۔ انہوں نے عرض کی قریش سے اس کا تذکرہ نہ کیا جائے لوگ انکار کرینگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حق بات ضرور کرونگا میرا ربّ سچا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا وہی سچ ہے۔ صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ خانہ کعبہ کے آس پاس قریش کے بڑے بڑے رؤسا جمع تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام حجر میں بیٹھ گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے واقعہ معراج بیان فرمایا۔ مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تذکرہ کو سن کر کفار ومشرکین ہنسنے لگے اور مذاق اُڑانے لگے۔ ابوجہل بولا، کیا یہ بات آپ پوری قوم کے سامنے کہنے کیلئے تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک۔ ابوجہل نے کفارِ مکہ کو بلایا

جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ کفار واقعہ سن کر تالیاں بجانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مذاق اُڑانے لگے۔ ان قبائل میں شام کے تاجر بھی تھے انہوں نے بیت المقدس کو کئی بار دیکھا تھا انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا، ہمیں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے بتایئے اس کے ستون اور دروازے کتنے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یکایک بیت المقدس کی پوری عمارت میرے سامنے آگئی وہ جو سوال کرتے میں جواب دیتا جاتا تھا مگر پھر بھی انہوں نے اس واقعہ کو سچا نہ مانا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کے بارے میں جواب دے چکے تو کفارِ مکہ حیران ہو کر کہنے لگے مسجد اقصیٰ کا نقشہ تو آپ نے ٹھیک ٹھیک بتا دیا لیکن ذرا یہ بتایئے کہ مسجد اقصیٰ جاتے یا آتے ہوئے ہمارا قافلہ آپ کو راستے میں ملا ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی فلاں کے قافلے پر مقام روحاء پر میں گزرا، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے اور ان کے پالان میں پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا مجھے پیاس لگی تو میں نے پیالہ اُٹھا کر اس کا پانی پی لیا پھر اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا جیسے وہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ لوگ آئیں تو ان سے دریافت کرنا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے پالان کی طرف واپس آئے تو کیا انہوں نے اس پیالہ میں پانی پایا تھا یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ بہت بڑی نشانی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلے پر بھی گزرا۔ دو آدمی مقام ذی طویٰ میں ایک اونٹ پر سوار تھے ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا وہ دونوں سوار گر پڑے ان میں فلاں شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا جب وہ آئیں تو ان دونوں سے یہ بات پوچھ لینا۔ انہوں نے کہا اچھا یہ دوسری نشانی ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

مگر اہل ایمان نے اس واقعے کی سچائی کو دل سے مانا اور اس کی تصدیق کی۔ ابو جہل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوڑا دوڑا گیا اور کہنے لگا، اے ابو بکر تو نے سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ رات کو وہ بیت المقدس گئے اور آسمانوں کا سفر طے کر کے آ بھی گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے اگر میرے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا تو ضرور سچ فرمایا ہے ان کی زبان پر جھوٹ نہیں آسکتا۔ میں اپنے نبی کی سچائی پر ایمان لاتا ہوں۔ کفار بولے، ابو بکر تم کھلم کھلا ایسی خلاف عقل بات کیوں صحیح سمجھتے ہو۔ جواب دیا میں تو اس سے بھی زیادہ خلاف عقل بات پر یقین رکھتا ہوں۔ اسی دن سے حضرت ابو بکر کو دربارِ نبوت سے صدیق کا لقب ملا۔

سفر معراج کے اسرار و رموز کو سمجھنا انسانوں کیلئے ممکن نہیں۔ اصل حقائق تو اللہ اور اس کا محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمارے احاطہ علم میں تو صرف یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ سفر معراج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو اس سے پہلے کسی نبی یا رسول کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ناقابل فراموش اور اہم ترین واقعہ ہے جس میں آپ پر تمام عالمین کے اسرار و رموز اور حقائق کو منکشف کیا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سفر جسمانی حالت میں عین حالتِ بیداری میں کیا۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ سفر جسمانی نہ تھا بلکہ حالتِ خواب میں یا روحانی طور پر تھا۔

ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہے کہ معراج صرف روح کو حاصل ہوئی یا فقط خواب میں معراج ہوئی تو وہ شخص بدعتی، گمراہ، گمراہ کن اور فاسق ہے۔ (ملاحظہ کیجئے تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۲۹)

بعض حضرات جسمانی معراج کے انکار میں اُمّ المؤمنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول پیش کرتے ہیں کہ وہ روحانی معراج کی قائل تھیں مگر محققین کے نزدیک ان کا یہ قول اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر معراج کے وقت بہت ہی کمسن تھیں اور اس وقت وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں ابھی نہیں آئی تھیں۔ (صاوی ج ۲ ص ۲۳۵)

محترم مسلمانو! جن لوگوں نے سفر معراج کو صرف روحانی یا خواب کا واقعہ سمجھ رکھا ہے اور جسمانی معراج کا انکار کیا ہے دراصل یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھا اگر یہ کہا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ان لوگوں نے واقعہ معراج کو روحانی معراج قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اعتراض اور قرآنی آیات کا انکار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اعتراض تو اس صورت میں یہ لوگ کرتے جب خود حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے کہ میں خود اپنے آپ رات کے مختصر حصے میں سفر معراج پر سیر کرنے گیا۔ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس کی اتنی تشہیر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ خواب تو ہر کوئی دیکھتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ سفر روحانی نہیں بلکہ جسمانی اور عین حالت بیداری میں تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لفظ عبدہ ارشاد فرمایا اور عبد روح کا نام نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کے ملاپ کا نام ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح اس کا ذکر اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس سفر کا ذکر کسی سے نہ کریں ورنہ لوگ اور زیادہ مخالفت کریں گے۔ ذرا سوچئے اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس میں مخالفت اور تکذیب کی کونسی بات تھی مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر معراج کو لوگوں پر ظاہر فرمایا تو کفارِ مکہ نے نہ صرف اس کو جھٹلایا بلکہ خوب مذاق اُڑایا بلکہ بعض ضعیف الایمان اس واقعہ کو سن کر مرتد ہو گئے۔ اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو اس قدر مخالفت مول لینے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے کا وہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ملک شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے کہ انہی دِنوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خط لے کر حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرقل بادشاہ کے دربار میں آیا۔ ہرقل بادشاہ کے علم میں یہ بات تھی کہ مکہ سے ایک قافلہ تجارت کی غرض سے ملک شام آیا ہوا ہے چنانچہ ہرقل بادشاہ نے ہمارے اس قافلے کو اپنے دربار میں طلب کرلیا۔ میں بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ مکہ میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ہاں ایک نے کیا ہے۔ ہرقل نے پوچھا ان کا نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا، وہ ہم میں اعلیٰ نسب ہیں۔ ہرقل نے پوچھا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ تھا؟ ابوسفیان بولا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا ان کی فرمانبرداری رئیس لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ ابوسفیان بولا صرف کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا لوگ دن بدن زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ ابوسفیان بولا زیادہ ہورہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا دعویٰ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ ابوسفیان بولا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا اس نے کبھی وعدہ خلافی کی؟ ابوسفیان بولا آج تک نہیں کی۔ ہرقل نے پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے لڑائی کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا جی ہاں۔ ہرقل نے سوال کیا وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، بت پرستی ترک کردو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، صلح رحمی کرو۔

جب ہرقل بادشاہ ابوسفیان سے سوالات کرچکا تو پھر ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ تم میں اعلیٰ نسب ہیں۔ سن لو کہ اللہ کے رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے تو تم نے کہا نہیں تو سن لو اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو وہ اپنے باپ داد کے ملک کا مطالبہ کرتا۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا تم نے کہا نہیں لہٰذا سن لو جو لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے! میں نے تم سے پوچھا کہ سرمایہ دار اس کی تابعداری کرتے ہیں یا کمزور؟ تم نے کہا کہ کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ سن لو کمزور لوگ ہی رسولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا کہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ تم نے کہا کہ زیادہ ہو رہے ہیں تو سنو ایمان کا یہی حال ہے۔ میں نے تم سے پوچھا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں، تو سن لو انبیاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ تم نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ بتوں کی پوجا مت کرو، نماز پڑھو سچائی پاک دامنی کو اختیار کرو، صلح رحمی کرو، تو سنو انہوں نے سچ کہا اور سنو وہ عنقریب میری اس سلطنت کے مالک ہوں گے۔

ابوسفیان کا کہنا ہے کہ میری اوّل سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائی ہرقل بادشاہ کے سامنے بیان کروں تا کہ بادشاہ کے دِل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقیدت نہ بڑھے اور میں اس وجہ سے سچ بولتا رہا کہ کہیں لوگ مجھے جھوٹا نہ کہنے لگیں۔ پھر اچانک میرے دل میں سفرِ معراج کا خیال آگیا کہ کیوں نہ بادشاہ کے سامنے واقعہ معراج کا ذکر کروں تا کہ بادشاہ پر یہ حقیقت بھی کھل جائے کہ پیغمبر اسلام سے اس قسم کی باتیں بھی منسوب ہیں۔ چنانچہ میں نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ سنو ایک دن وہ کہنے لگے کہ معراج کی رات وہ مکے سے چلے اور آپ کی اس مسجد جسے اقصیٰ کہتے ہیں میں آئے اور پھر واپس صبح سے پہلے ہی چلے گئے۔ میری یہ بات سن کر مسجد کا پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا فوراً ہی بول اُٹھا۔ وہ کہنے لگا یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ ہرقل بادشاہ نے حیران ہو کر سوال کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ پادری نے کہا اے بادشاہ یہ میری عادت تھی کہ جب تک مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے نہ بند کرلوں رات کو میں سوتا نہ تھا۔ اس رات جب میں دروازہ بند کرنے کھڑا ہوا سارے دروازے اچھی طرح بند کر دیئے۔ مگر مرکزی دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند بہت زور لگایا مگر دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ میں نے آدمی بلائے اور ہم سب نے مل کر زور لگایا مگر سب ناکام رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم دروازہ نہیں بلکہ کسی پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ آخر کار میں نے بڑھئی بلوائے انہوں نے دروازہ دیکھا کئی ترکیبیں کیں لیکن ناکام رہے، کہنے لگے صبح دیکھیں گے۔ جب رات گزر گئی تو صبح میں اس دروازے کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ دروازے کے قریب کونے میں جو پتھر کی چٹان تھی اس میں سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات کسی نے اس سے جانور باندھا اور وہاں پر اسکے نشانات بھی موجود ہیں میں سمجھ گیا اور اپنی جماعت کو آگاہ کر دیا کہ آج کی رات ضرور ہماری یہ مسجد کسی نبی کیلئے کھلی رکھی گئی ہے اور اس نے ضرور یہاں نماز ادا کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۴، دلائل النبوۃ)

مسلمانو! غور فرمایئے کہ ایک غیر مسلم کتنے واضح یقین کے ساتھ واقعہ معراج کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے۔ اس سے واضح ہوا یہ واقعہ خواب کا نہیں۔ غیر مقلد اہلحدیث مولوی حکیم ابوالصمصام عبدالسلام بستوی اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی ہے یعنی بدن سمیت بیت اللہ شریف سے بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور جہاں تک خدا کو منظور تھا تشریف لے گئے، جنت دوزخ کی سیر کی اور بہت سی عجیب وغریب چیزیں ملاحظہ فرمائیں۔ (ملاحظہ کیجئے اسلامی عقائد صفحہ ۴۳)

جن لوگوں نے اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر اس عظیم الشان معجزہ کا انکار کیا ہے دراصل انہوں نے قرآن مجید کے اس ابتدائی جملے پر غور نہیں کیا کہ جس میں فرمایا، سبحان الذی ...... کہ تمام عیبوں سے پاک ہے وہ ربّ جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ یہ واقعہ اس لئے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بخود دعویٰ نہیں کیا کہ میں سیر کرنے گیا بلکہ یہ فرمایا کہ ربّ نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

جسمانی معراج کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ نے واقعہ معراج کا انکار کیا اور پاگل اونٹوں کی طرح بدکنے لگے اور چلا چلا کر تکذیب وتمسخر اُڑانے لگے۔ یہ معراج جسمانی نہ ہوتی محض خواب کی ہوتی تو اس پر نہ کسی کو تعجب ہوتا اور نہ ہی کوئی مخالفت کر کے انکار کرتا۔ کفارِ مکہ کا انکار اور تمسخر بھی جسمانی معراج کی ایک روشن دلیل ہے۔

واقعہ معراج سے اس حقیقت کا بھی پتا چلا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ نہ صرف زندہ ہوتے ہیں بلکہ آن واحد میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک تصرف بھی فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جہاں قبر میں نماز ادا کر رہے تھے، وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء ورسل کے ہمراہ بھی تھے اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی اور پھر آن واحد میں چھٹے آسمان پر بھی پہنچ گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال فرمایا اور پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں تک اُمتِ رسول کی مدد فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (سورۂ بقرہ:۱۵۴)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شہید لوگ زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بلند اور بالاتر ہے تو ان کی حیات بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح البخاری)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے:

ان اللّٰہ حرم علی الارض لا تاکل اجساء الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق

بے شک زمین پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو ابن ماجہ صفحہ ۱۱۹، جلاء الافہام صفحہ ۷۳، ۷۴، جامع صغیر صفحہ ۵۲، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۱)

حافظ الحدیث امام بدرالدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ زمین انبیاء کرام کے جسموں کو نہیں کھاتی، اس ارشاد سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں صرف وہ ہم سے غائب کر لئے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔ (ملاحظہ کیجئے شرح صحیح البخاری جلد ۶ صفحہ ۲۹ مطبوعہ بیروت)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں یہ ارشاد موجود ہے، تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو شامی شریف صفحہ ۳۳۷ جلد سوئم مطبوعہ مصر)

شیخ المحدثین حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں وہ زندہ اور باقی ہیں ان کے واسطے وہی ایک موت ہے جو ایک دفعہ آچکی اسکے بعد ان کی روحیں بدن میں لوٹادی جاتی ہیں اور جو حیات ان کو دنیا میں تھی وہ عطا فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے تکمیل الایمان صفحہ ۵۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب کو زم زم کے پانی سے دھویا گیا جس سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کے اجسام مقدسہ روح کے قبض ہونے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں کیونکہ جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا اور خون کا وہ لوتھڑا جو جسمانی اعتبار سے دل کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے بالکل صاف کر دیا گیا اسکے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدستور زندہ رہے۔ معلوم ہوا کہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اسکی روح قبض ہو کر بدن سے باہر جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

علماء حق فرماتے ہیں، قلب اطہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے ہرگز نہ تھا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اصل نور ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے:

قد جاءکم من اللہ نور (سورۂ مائدہ:۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ نوری (تحفۃ الصلوٰۃ)

سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ آپ سراپا نور ہیں آپ کا قلب بھی نور ہے جو ہر طرح کی گندگی وآلائش سے پاک ہے۔ آپ طیبین اور طاہرین ہیں اور ایسے طیب و طاہر کہ ولادتِ باسعادت کے موقع پر بھی آپ کو غسل نہیں دیا گیا۔ قلب انور کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا میں کسی پانی کو حاصل نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر پہنچا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کا یارِ غار آپ کے دروازے پر آگیا ہے، تو روضہ اقدس کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضہ پاک سے آواز آئی، ادخلو الحبیب الی الحبیب یار کو یار کے پاس جلدی لے آؤ۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۵)

حضرت سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جب یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، تو تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ ہی جماعت۔ اس وقت حضرت سعید بن مسیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس میں چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک سے اذان کی آواز آتی تھی۔
(ملاحظہ کیجئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۵)

پیارے مسلمان بھائیو! قرآن حدیث آئمہ دین اور واقعہ معراج کی روشنی میں یہ بات سورج کی طرح روشن ہوگئی کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور آن واحد میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک تصرُّف بھی فرماتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء مرگئے وہ زندہ نہیں ہیں، ایسا عقیدہ قرآن وحدیث کے منافی ہے اور اس عقیدہ کے حامل قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے منکر ہیں۔ ایسے بدعقیدہ اور منکر لوگ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کا انکار کرتے ہیں تو یہ قصور ان کا ہرگز نہیں کیونکہ منکر کو تو حیاۃ النبی ماننے کا حکم ہی نہیں۔ مثلاً جس طرح قرآن مجید میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، حج کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود وسلام پڑھنے کا حکم صرف ایمان والوں کو دیا گیا ہے، کسی یہودی، عیسائی، قادیانی، ہندو، سکھ یا پنڈت کو ہرگز نہیں دیا گیا بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاۃ النبی ماننے کا حکم صرف ایمان والوں کیلئے ہے بے ایمانوں کیلئے ہرگز نہیں۔ لہٰذا جو ایمان والے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاۃ النبی مانتے ہیں۔

مسلمانو! واقعہ معراج انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔ یہ ایک ایسا سفر ہے کہ جسے سن کر کفارِ مکہ نے پیغمبر اسلام پر اعتراضات کی بارش شروع کردی۔ کئی ضعیف الاعتقاد لوگوں کے پاؤں بھی ڈگمگا گئے لیکن جن کے دِلوں میں ایمان و یقین کا چراغ روشن تھا انہیں قطعی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک اس واقعہ کی سچائی کا انحصار اس بات پر نہیں تھا کہ انکی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے ان کا یہ ایمان کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کرسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں اس بات پر بھی یقین کامل تھا کہ جو پیغمبر اس واقعہ کی خبر دے رہا ہے وہ اتنا سچا اور صادق ہے کہ ان کی صداقت کے بارے میں شک وشبہ کا تصوُّر تک نہیں کیا جاسکتا۔ جب اس مقدس نبی نے کہ جن کی صداقت ہر شک وشبہ سے پاک ہے، یہ فرمادیا کہ مجھے اس ربّ نے بلایا ہے جو ہر شے پر قدرت رکھنے والا تو پھر ایسا کون ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پر ایمان نہ لائے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج درحقیقت ایسی درخشندہ اورتابناک حقیقت ہے کہ عقل انسانی بھی جس کی سچائی کے اعتراف پر مجبور ہے۔ اس کی حقانیت پر دورِ صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہل حق کا اتفاق رہا ہے۔ کفار مکہ، یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی بھی اس واقعہ کا منکر نہیں اور منکر ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جب معراج کرانے والا اللہ ہو۔ کیا اللہ سے بڑھ کر کوئی طاقت و قدرت والا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر صلاحیت رکھنے والا کوئی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب چلانے والا اللہ تعالیٰ اور چلنے والے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں تو پھر کون ہے جو اعتراض کرے۔

ذرا سوچئے کہ پیٹرول سے چلنے والا اور انسان کا بنایا ہوا انجن سینکڑوں من لوہے کے ہوائی جہاز اور راکٹ کو ہزاروں فٹ کی بلندی پر چند منٹوں میں اُڑا کر لے جاتا ہے اور ایک گھنٹے میں ہزار میل کی رفتار سے فضا کو چیرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ بتایئے اس پر کسی کو تعجب ہوا؟ کسی کا انکار ہوا؟ ہرگز نہیں، مگر وہ ربّ کائنات جو قادرِ مطلق ہے اگر وہ اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قدرتِ کاملہ سے فرش سے عرش تک چند ساعتوں میں سیر کراتا ہے تو سائنس کے غلام عقل کے گھوڑے پر سوار ہو کر تعجب اور ان کا جھنڈا لہرانے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معراج کو ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔ بہت خوب کیا کہنے تمہاری عقل کے! تمہاری عقل کی حیثیت ہے ہی کیا جس پر تم اتنا ناز کرتے ہو۔ دنیا میں ہزارہا حقائق ایسے ہیں جن تک عقل انسانی رسائی تک نہیں کرسکتی۔ ہماری عقل تو اس قابل بھی نہیں کہ ہماری مرضی پوری کرسکے۔ دُور نہ جایئے، ایک تاجر کی کاروباری زندگی پر ہی غور کرلیجئے جو اپنی تجارت پر اپنی عقل کا سارا زور لگا دیتا ہے مگر اس کے باوجود بازار کا دام گر جاتا ہے اور کروڑ پتی کا دیوالیہ نکل جاتا ہے اس کی عقل اس کے ہرگز کام نہیں آتی۔ ایک ڈاکٹر اپنی صحت و تندرستی کی خاطر اپنی عقل کی مشینری کو دِن رات مصروف رکھتا ہے مگر اسکے باوجود جب اس پر کسی مہلک مرض کا حملہ ہوتا ہے تو عقل ہرن ہوجاتی ہے۔ سینکڑوں دوائیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور مرض اسے موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ اس طرح عقل کا منہ کالا اور قدرت کا بول بالا ہوجاتا ہے۔ یہاں عقل کی بے بسی اور لاچاری کا اندازہ لگایئے۔ اس قسم کی بیسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ذرا سوچئے جو عقل ہمیں تجارت کے گھاٹے سے نہ بچاسکے جو ہماری بیماری کو دفع نہ کرسکے اس ناقص عقل کو مقامِ نبوت اور مسائل ربوبیت کا دارومدار ٹھہرانا بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔

مسلمانو! معراج کا واقعہ جس کا تعلق درحقیقت ایمانیات سے ہے یہاں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی ہرگز ضرورت نہیں جو ایسا کرتا ہے وہ ہمیشہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کا انکار کرنے والا کافر ہے اور آسمانوں کی سیر کا انکار کرنے والا گمراہ بددین ہے۔ (ملاحظہ کیجئے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۲۷

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک رات میں سیر فرمانا قطعی ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور زمین سے آسمان تک سیر فرمانا احادیث مشہور سے ثابت ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔
(ملاحظہ کیجئے شرح عقائد نسفی ص ۱۰۱

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں جسمِ اطہر کے ساتھ ایک بار اور خواب میں کئی بار معراج ہوئی۔

(ملاحظہ کیجئے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۲۷

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کامل رکھتے ہیں انہیں اپنے ذہنوں کو شک و شبہات سے پاک رکھنا چاہئے اور سفر معراج کو اختلاف کا اکھاڑہ ہرگز نہیں بنانا چاہئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم سے ناآشنا لوگوں کو سفر معراج کو سمجھنے اور اس کی حقیقتوں پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین